سید کوثر عباس موسوی
ریسرچ اسکالر، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور

"حوزہ علمیہ قم" تاریخ کے تناظر میں ایک تحقیقی جائزہ

Abstract:

The Islamic seminary of Qom is one of the ancient Religious Academic institutions in the Islamic world; which is the result of precedence of Shia school of thought in that city.

According to the historical documentation in the last decade of the first century and the first decades of the second century of Hirja .the Shia Seminary had been established in the city of Qom in Iran. This seminary flourished and reached the peak of its glory and magnificence in the third and fourth century of Hirja; while facing many ups and downs in the course of history.

The existing Islamic seminary of Qom has been founded in 1921 by Sheik Abdul Karim Hairi; after some years of the sad demise of Shiek Hairi, on 1944 Shiek Hussain Brojirdi took over the patronization of that Seminary and gave a new life to that seminary, bringing it equal status to the oldest and reputable Islamic seminary of Najaf in Iraq.

This Seminary has been flourished with the support of the Islamic government since the glorious victory of the Islamic Revolution in Iran under the leadership of Imam Khomeini in 1979. It has been engaged in providing its intellectual, social and political services under the supervision of the supreme leader of the Islamic revolution.

کلیدی الفاظ

حوزہ علمیہ، فقیہ، معصومہ قم، آل بویہ، اجتہاد، مدیریت، علوی

مقدمہ

قم کا شمار اسلامی جمہوریہ ایران کے اہم شہروں میں ہوتا ہے اور یہ ایران کا آٹھواں بڑا شہر ہے۔ جو تہران سے تقریباً ۱۵۰ کلومیٹر کے فاصلے پر جنوب میں واقع ہے۔ شہر قم کے شمال میں تہران، جنوب میں اصفہان، مشرق میں صوبہ سمنان اور مغرب میں صوبہ مرکزی واقع ہے۔(۱) سرکاری اعدادوشمار کے مطابق قم شہر کی کل آبادی ۱۱۵۱۶۷۲ نفوس پر مشتمل ہے۔(۲)

عراق کے شہر نجف اشرف کے بعد قم مسلمانوں کا سب سے اہم علمی مرکز سمجھا جاتا ہے۔ قم اس لئے بھی قابل احترام ہے کہ یہاں پر آٹھویں امام حضرت علی رضا کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ معصومہ کا مزار بھی ہے۔ شہر قم کی آبادی کا ایک بڑا حصہ علما کرام، فقہا عظام اور دینی تعلیم حاصل کرنے والے طلاب پر مشتمل ہے۔ شہر قم کو اس کی علمی، تاریخی اور معنوی اہمیت کے پیش نظر مختلف ناموں اور القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ جن میں سے مشہور قم المقدسہ، شہر علم، علما کا شہر اور شہر کریمہ اہل بیت وغیرہ ہیں۔

شہر قم قدیم زمانے سے علمی مرکز رہا ہے یہاں تک کہ خود ائمہ معصومین نے اسے "عش آل محمد" یعنی آل رسولؐ کے آشیانہ کے نام سے یاد کیا ہے۔ بنوامیہ کے حکمران حجاج بن یوسف ثقفی کے دور میں جب آل محمد کے چاہنے والوں پر سرزمین عرب تنگ ہونے لگی تو انہوں نے اپنی جان ومال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے لئے سرزمین عرب کو خیرباد کہتے ہوئے دور دراز علاقوں کی طرف ہجرت کرنا شروع کیا اسی دوران سرزمین کوفہ سے تعلق رکھنے والے اشعری نامی ایک قبیلہ کے لوگوں نے کوفہ سے ہجرت کرکے قم کو اپنا مسکن قرار دیا۔ جیسا کہ محمد شریف رازی لکھتا ہے کہ: "انہوں نے قم کو جو ۱۶ قلعوں پر مشتمل تھا ایک شہر میں تبدیل کردیا اور اپنے مخالفین کو وہاں سے باہر نکال دیا یوں شہر قم علم حدیث کا مرکز بن گیا"۔(۳)

حضرت معصومہ قم حضرت موسی کاظم بن علی کی بیٹی ہیں۔ مشہور قول کے مطابق آپ کی ولادت باسعادت یکم ذی القعدہ ۱۷۳ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔(۴) بعض تاریخی اسناد کے مطابق ۲۰۱ھ میں حضرت فاطمہ بنت امام موسیٰ کاظم المعروف معصومہ اپنے بھائی حضرت امام علی رضا سے ملاقات کی غرض سے ایک

بڑے قافلے کے ہمراہ خراسان کی جانب عازم سفر ہوئیں۔ آپ کا قافلہ جب قم شہر کے نزدیک "ساوہ" نامی جگہ پہنچا تو دشمنوں نے ان پر حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں قافلے میں شریک بہت سارے لوگ شہید ہوئے اس موقع پر ایک خاتون نے حضرت معصومہ کو زہر دیا۔ شہر قم میں آباد اشعری قبیلہ کے لوگوں کو جب معلوم ہوا تو وہ آپ کو قم لے آئے جہاں وہ سترہ دن زندہ رہنے کے بعد زہر کے اثر سے ۱۰ ربیع الثانی ۲۰۱ھ کو وفات پا گئیں(۵) اور یہیں دفن ہوئیں۔ صفوی دور حکومت میں آپ کا مزار تعمیر کرایا گیا جسے بعد میں آنے والے حکمرانوں نے وسعت دی۔ آپ کا مزار پیروان اہل بیت کے لیے ایک مقدس مقام کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کے مزار کی وجہ سے قم شہر دنیا بھر کے اہل بیت رسولؐ سے محبت رکھنے والے مسلمانوں کے لیے ایک اہم شہر شمار کیا جاتا ہے۔

حوزہ یا الحوزہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی کنارہ، طبیعت(۶) اور سرحدوں کے درمیان گھرا ہوا وسطی اور مرکزی علاقہ کے ہیں، اسی مناسبت سے ملک کے دار الخلافہ کو بھی حوزہ کہتے ہیں۔(۷) جبکہ عام اصطلاح میں لفظ حوزہ یا حوزہ علمیہ اس دینی تعلیمی مرکز کو کہا جاتا ہے جہاں ابتدائی کلاس سے لیکر اجتہاد کے درجے تک کی دینی تعلیم دی جاتی ہو۔ عام طور پر جب حوزہ علمیہ قم یا حوزہ علمیہ نجف اشرف یا کسی اور حوزہ علمیہ کی بات کرتے ہیں تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ حوزہ علمیہ قم یا حوزہ علمیہ نجف کسی خاص مدرسہ کا نام ہوگا جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ قم اور نجف کو ان کی علمی مرکزیت کی وجہ سے حوزہ علمیہ کہا جاتا ہے جہاں پر سیکڑوں مدارس ہیں جو "شورای عالی حوزہ ہای علمیہ" یعنی حوزات علمیہ کی سپریم کونسل نامی ادارے کے زیر نظر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ حوزہ علمیہ مشہد مقدس اور حوزہ علمیہ اصفہان کے علاوہ (ان دونوں حوزات علمیہ کی اپنی اپنی الگ سپریم کونسل موجود ہے) ایران کے دیگر صوبوں میں موجود تمام دینی مدارس بلکہ بعض بیرون ملک کے مدارس بھی اسی شورای عالی کے زیر نظر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ حوزہ علمیہ قم نے اپنی طویل زندگی میں زمانے کے بڑے نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ حالات نے بارہا اس کی ترقی کی راہیں مسدود کی ہیں اور مشکلات نے اکثر و بیشتر اس کی رفتار ترقی کو متاثر کیا ہے تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ وہ نامساعد حالات اور پے در پے مشکلات کے باوجود ترقی کی منزلیں طے کرتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا حوزہ علمیہ قم اس حوزہ سے بہت مختلف ہے جس نے آج سے تقریباً ستانویں سال قبل سن ۱۹۲۱ء میں آیت اللہ عبدالکریم بروجردی کی

سرپرستی میں بڑئی بے سروسامانی کے عالم میں اپنی تعلیمی اور تدریسی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ یقیناً اس وقت حوزہ کو یہ سہولیات میسر نہ تھیں جو آج کے حوزہ کو میسر ہیں آج حوزہ علمیہ قم کو اس کی ضرورت کی تمام سہولیات، عمارتیں، سماعت گاہیں، کتب خانے دستیاب ہیں کہ جن کے در و دیوار کسی عظیم الشان اسلامی یونیورسٹی کی عظمت و وقار کا پتہ دیتے ہیں جہاں کے پر وقار اور پر سکون ماحول میں صبح و شام تعلیمی اور تحقیقی سرگرمیاں جاری رہتی ہیں، بلکہ دن رات اس کے کتب خانوں کی روشنیاں دور سے جھلملاتی نظر آتی ہیں جو اس بات کی علامت ہیں کہ یہاں شمع علم کے پرستار ہمہ وقت مصروف مطالعہ رہتے ہیں۔ حوزہ علمیہ قم کی تاسیس پہلی صدی ہجری یعنی ائمہ معصومین کے دور حیات سے جا ملتی ہے۔ اس وقت سے لیکر آج تک بڑی عظیم شخصیات مختلف ادوار میں حوزہ علمیہ قم کی تاسیس نو کے حوالے سے اپنا کردار ادا کرتی رہی ہیں۔

عبد اللہ اشعری: حضرت امام زین العابدین کے دور امامت (۹۳ ہجری) میں عبد اللہ بن سعد اشعری کوفہ سے قم تشریف لائے اور شہر قم میں پہلا حوزہ علمیہ کی داغ بیل ڈالی اور فقہ کے درس و تدریس کا آغاز کیا یوں آپ شہر قم میں فقہ کے پہلے استاد تھے جو کھلم کھلا اس شہر میں شیعی فقہ کی تعلیم دیتے تھے۔

ابراہیم بن ہاشم: ابو اسحاق، ابراہیم بن ہاشم بن خلیل کوفی جو یونس بن عبدالرحمن کے شاگرد تھے جس کا شمار حضرت امام علی بن موسی الرضا کے اصحاب میں ہوتا تھا وہ بھی کوفہ سے ہجرت کر کے قم آئے تھے اور اسے تجدید حیات بخشی۔ آپ ابراہیم بن ہاشم قمی کے نام سے معروف ہوئے۔ ابراہیم بن ہاشم حضرت امام علی بن موسی الرضا کے اصحاب میں سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے کوفہ کے بزرگ علما کی احادیث کو قم منتقل کیا۔ ابراہیم بن ہاشم کے بعد آپ کے فرزند علی بن ابراہیم بن ہاشم المعروف علی بن ابراہیم قمی جو تفسیر قمی کے مصنف بھی ہیں انہوں نے اپنے والد کے مشن کو آگے بڑھایا۔

علی بن بابویہ: علی بن حسین بن موسی بن بابویہ قمی المعروف ابن بابویہ قمی کا شمار حضرت امام حسن عسکری کے دور کے بڑے علماء میں ہوتا ہے انہوں نے بھی اپنے دور میں حوزہ علمیہ قم کو حیات نو بخشی۔ موصوف حضرت امام عصر کے نمائندوں کی طرف سے قم میں پرچم دار مقرر تھے۔ علی بن بابویہ نے اپنے دور مدیریت میں حوزہ علمیہ قم میں بڑے نامی گرامی علماء کی تربیت کی ہے منجملہ ان میں سے ایک شیخ صدوق کا نام ہے۔ شیخ صدوق حوزہ علمیہ قم سے فراغت کے بعد بغداد تشریف لے گئے۔ حوزہ علمیہ قم کی کامیاب پالیسی

۲۸۰ھ سے لیکر ۳۴۰ھ میں تشیع کی تبلیغ، تعلیم وتربیت کا سبب بنی۔ بنو امیہ اور بنو عباس کی طرف سے علویوں پر تمام تر دباؤ اور سختیوں کے باوجود اسی حوزہ علمیہ اور اس سے وابستہ علماء کی کوششوں سے علویوں کی دو چھوٹی حکومتیں قائم ہوئیں (یعنی مازندران کے علویوں (ناصر صغیر) اور آل بویہ مختلف علاقوں (فارس، عراق، خوزستان، رے، ہمدان اور اصفہان) میں اپنی حکومت تشکیل دینے میں کامیاب ہوئے۔(۸) حوزہ علمیہ قم نے چوتھی صدی ہجری کے نصف اول اور پانچویں صدی ہجری میں ترقی کی بلندیوں کو چھو لیا تھا لیکن چھٹی صدی ہجری سے لیکر نویں صدی ہجری تک انتہائی مشکلات اور سختیوں سے دوچار ہوا جس کی بنیادی وجہ مغلوں اور تیموریوں کی طرف سے قتل عام کے واقعات ہیں۔(۹)

۶۲۱ھ میں قم اور کاشان پر منگولوں کے بے رحمانہ حملوں اور خونریزیوں کے نتیجے میں حوزہ علمیہ قم پر بھی بے شمار منفی نتائج مراتب ہوئے جس کی وجہ سے یہ عظیم حوزہ روبزوال ہوا۔ آقابزرگ تہرانی کے بقول "قمی "نسبت رکھنے والے علما کی تعداد چھٹی صدی ہجری میں ۳۴، ساتویں صدی میں ۱۳ اور نویں صدی میں ۷ تھی جبکہ اس کے مقابلے میں حوزہ علمیہ حلہ میں علما کی تعداد چھٹی صدی ہجری میں ۱۶، ساتویں صدی میں ۳۴، آٹھویں صدی میں ۳۸ اور نویں صدی میں ۱۰ تھی یہ بات بذات خود اس دور میں حوزہ علمیہ قم کے جمود اور روبزوال ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن یہ بات حقیقت ہے کہ اس دوران بھی تمام تر مشکلات کے باوجود حوزہ علمیہ قم کی علمی فعالیت جاری و ساری رہی ہے۔ ابن طاؤس (متوفی ۶۹۳ھ) نے قم میں ایک مدرسے کا تذکرہ کیا ہے۔(۱۰) جو ان دنوں سرگرم عمل تھا اور شاید قم کے بازار کے قریب واقع مدرسہ رضویہ اسی مدرسے کی یادگار ہے۔ اسی طرح ابن عنبہ (متوفی ۸۲۸ھ) نے بھی بازار قم کے نزدیک "سورانیک" کے علاقے میں ایک مدرسے کا تذکرہ کیا ہے۔(۱۱) جس میں امام حسن مجتبیٰ کی اولاد میں سے ایک امامزادہ "ناصر الدین علی بطحانی" مدفون ہیں۔ "خواند میر" اپنی کتاب دستور الوزرا(۱۲) میں تیموری بادشاہوں کے وزیر برہان الدین عبدالحمید کرمانی (متوفی ۸۷۷ھ) کے حالات زندگی بیان کرتے ہیں جنہوں نے قم کے ایک مدرسے میں سکونت اختیار کی تھی۔ مدرسی طباطبائی(۱۳) نے احتمال ظاہر کیا ہے کہ یہ وہی مدرسہ غیاثیہ تھا جو تقریباً ۷۳۰ھ میں خواجہ غیاث الدین امیر محمد بن رشید الدین فضل اللہ کے ہاتھوں تعمیر ہوا تھا اور آج بھی اس کے داخلی دروازے کا بالائی حصّہ اور مینارے موجود ہیں۔

صفوی بادشاہوں کا شیعہ ہونا شیعہ مدارس اور حوزات علمیہ (خصوصاً حوزہ علمیہ قم) کی رونق میں اضافے کا سبب بنا۔ صفویوں ہی کے دور میں مدرسہ فیضیہ کی تعمیر نو کی گئی اور اس کے ساتھ ساتھ چند نئے مدارس بھی تعمیر کئے گئے جیسے مدرسہ مہدی قلی خان، مدرسہ جہانگیر خان اور مدرسہ مومنیہ وغیرہ(۱۴) حوزہ علمیہ قم عملی طور پر سرزمین ایران میں تشیع کا دوسرا بڑا مرکز بن گیا تھا یہاں تک کہ صفویوں کے آخری دور حکومت میں متعصب لوگوں نے قم پر چڑھائی کی جس کی وجہ سے حوزہ علمیہ قم نے اپنا رونق کھو دی۔(۱۵)

محمد خان قاجار نے حصول اقتدار کی خاطر ایران کے مختلف شہروں منجملہ قم پر حملہ کر دیا اور انہیں ویران کر دیا لیکن اس کے بعد فتح علی خان قاجار نے شہروں کو دوبارہ رونق بخشنے کی پالیسی اپنائی اور مذہبی شہروں اور مقدس مقامات پر خاصہ توجہ دی اور یہ وصیت بھی کر دی کہ اس کے مرنے کے بعد اسے قم میں دفن کیا جائے۔ اس دور میں شہر قم کو پھر سے رونق تو ملی لیکن وہاں پر کوئی ایسا عالم موجود نہ تھا جو حوزہ علمیہ قم کو سنبھالتا۔ یہاں تک کہ میرزا ابوالقاسم قمی صاحب قوانین الاصول جس کا شمار میرزا آیت اللہ وحید بہبہانی (حوزہ علمیہ کربلا میں اصولی نظریات کا بانی) کے شاگردوں میں ہوتا ہے، قم تشریف لائے انہوں نے عالم تشیع میں اصولی نظریات پر مبنی دوسرے حوزہ علمیہ کی بنیاد رکھ دی۔ میرزای قمی کے وجود سے حوزہ علمیہ قم کی رونقوں میں اضافہ ہوا علماء اور طلبہ کی ایک بڑی تعداد قم میں اکھٹی ہوئی۔ مدرسہ فیضہ اور دیگر مدارس تعمیرات نو کی گئی اور تمام مدارس کی عظمت رفتہ پھر سے لوٹ آئی۔ ان کے بعد آیت حائری یزدی کی قم تشریف لائے قم تشریف لانے سے قبل آپ حوزہ علمیہ اراک میں خدمات انجام دے رہے تھے اس وقت بھی بعض علماء قم میں درس وتدریس میں مشغول تھے منجملہ ان میں سے ایک شیخ ابوالقاسم قمی (متوفی ۱۳۵۳ھ) کا نام لیا جاسکتا ہے۔ آپ مسجد امام میں نماز جماعت کی امامت فرماتے تھے اور اس کے ساتھ صبح کے وقت طلباء کو درس دیتے تھے جبکہ شام کے وقت عوام الناس کو درس دیا کرتے تھے یوں آپ نے قم میں علم کے چراغ کو روشن رکھا تھا۔ رضا خان نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد جب ملک سے اسلام کی جڑوں کو ٹنا شروع کیا تو اس کے کردار کو دیکھتے ہوئے قم کے علماء نے حوزہ علمیہ قم کو فعال کرنے کا پروگرام بنایا اس سلسلے میں شیخ مہدی حکمی (معروف پایین شہری) نے آیت اللہ عبدالکریم حائری یزدی سمیت قم اور تہران کی جید علماء کی اپنے گھر پر دعوت کی اور علماء کی موجودگی میں شیخ حائری سے حوزہ علمیہ اراک کو قم منتقل کرتے ہوئے اس کی زعامت سنبھالنے کی دعوت دی

۔اس موقع پر آیت اللہ حائری نے قرآن مجید سے استخارہ نکالنے کا فیصلہ کیا اور جب آپ نے استخارہ نکالا تو سورہ مبارکہ یوسف کی یہ آیت آئی "و آتونی بأهلكم أجمعين"(١٦) علماء کرام کی تاکید کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی تائید بھی حاصل ہونے پر آیت اللہ حائری نے قم میں مستقل قیام کا فیصلہ کیا۔

آیت اللہ حائری نے حوزہ کے تعلیمی امور، درس و تدریس اور اسکالر شپ یعنی شہریہ کا نظام کو ٹھیک کرنے کے ساتھ اچھے اور پائے کے اساتذہ کو جذب کرنے نیز طلبا کے امور کی دیکھ بال کی ذمہ داریاں الگ الگ لوگوں کو سونپی۔ آپ نے ایک ایسا سنگ بنیاد رکھا کہ رضا شاہ (شاہ ایران) نے آپ کے ۱۵ سالہ دور مدیریت کے دوران حوزہ علمیہ قم کو ختم کرنے کے لیے اپنی پوری دولت کو داو پر لگانے کے ساتھ ساتھ تمام تر اقدامات کے باوجود اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔(17) یہاں تک کہ رضا شاہ کو یہ کہنا پڑا کہ: میں نے سب کو تو ہٹا لیا لیکن اگر ایک اس (آیت اللہ حائری) کو بھی ہٹاتا تو پورے ملک سے اسلام کو مٹا سکتا تھا۔(18) ایک ایسے ماحول میں آیت اللہ حائری ۱۵ سال تک حوزہ علمیہ قم کے مدیر رہے اور ۴۰۰ جامع الشرائط مجتہدین اور فقہا کی تربیت کی اور انہیں پورے ایران میں پھیلایا۔(19) آیت اللہ حائری نے حوزہ علمیہ قم کی کچھ اس طرح سے بنیاد رکھی اور ایسے علما کی تربیت کی کہ یہاں تک کہ آپ کے ارتحال کے بعد بھی رضا شاہ اور اس کا بیٹا محمد رضا حوزہ علمیہ کو ختم کرنے میں ناکام رہے اور یہ اپنی جگہ قائم و دائم رہا۔ ۱۹۳۶ء میں آیت اللہ حائری یزدی نے اس دار فانی کو وداع کہا اس زمانے میں شاہی حکومت کی طرف سے اس قدر سختی کی جاتی تھی اور مظالم ڈھائے جاتے تھے کہ حوزہ علمیہ کے بزرگ علما فرماتے تھے کہ: ہمیں کسی بھی قسم کے حادثے کا انتظار ہوتا تھا ہم سوچتے تھے کہ شاید وہ ہمارے ساتھ روس اور ترکی والا سلوک کریں گے اور راتوں رات سب کو جمع کر کے دریا میں بہا دیں گے یا کسی میدان میں پھینک کر گولیوں سے چھلنی کر دیں گے"(20) اس قسم کے حالات میں آیت اللہ حائری کے تین شاگردوں (آیت اللہ سید صدرالدین صدر، سید محمد کوہ کمرہ ای اور سید محمد تقی خوانساری) نے حوزہ علمیہ قم کی مدیریت کو سنبھالا (21) اور جس نہج پر آیت اللہ حائری نے حوزہ کو ڈالا تھا اسی پر چلاتے رہیں۔ اس زمانے میں بعض دیگر بزرگ علما جیسے امام خمینی، آیت اللہ مرتضیٰ حائری (فرزند آیت اللہ حائری) آیت اللہ گلپایگانی، آیت اللہ مرعشی نجفی، آیت اللہ میرزا ہاشم آملی آیت اللہ بہاالدینی اور دیگر علما حوزہ علمیہ قم میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے اور مذکورہ بالا تینوں آیات عظام کی مدد کرنے میں مشغول تھے۔ ان تینوں بزرگ علما کرام

نے ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۴ء تک حوزہ علمیہ کی مدیریت کو چلاتے رہیں اور ۱۹۴۴ء میں حوزہ کی مدیریت آیت اللہ العظمیٰ بروجردی کے حوالے کر دیا۔ جس سال آیت اللہ عبدالکریم حائری کے ہاتھوں حوزہ علمیہ قم کی تاسیس ہوئی اسی سال عراقی حکومت نے چودھویں صدی ہجری کے بعض علماء اور مجتہدین کو سر زمین عراق سے نکال دیا جن میں سر فہرست آیت اللہ سید ابوالحسن اصفہانی، آیت اللہ میرزا حسین نائینی، آیت اللہ سید علی شہرستانی ، آیت اللہ سید عبدالحسین حجت کربلائی، آیت اللہ شیخ محمد حسین اصفہانی غروی اور آیت اللہ شیخ مہدی خالصی وغیرہ شامل تھے۔

قم کے بزرگ علمانے حوزہ علمیہ قم کی مدیریت کو کسی ایک شخص کے حوالے کرنے نیز حوزہ کے بارے میں آیت اللہ حائری یزدی کی طرف سے متعین کردہ طویل مدت اہداف پر جلد سے جلد عمل در آمد کرانے کے لیے آیت اللہ العظمیٰ بروجردی کو قم آنے پر مجبور کیا۔ اس دور میں دینی مدارس اور حوزات علمیہ کی اصلاح کے حوالے سے امام خمینی کا بہت بڑا کردار تھا۔ اس بات کا اندازہ روح اللہ خمینی کے اس جملے سے ہو سکتا ہے۔ ”سیاسی امور سے متعلق ایک میٹنگ کے دوران جس میں آقائے بروجردی، حجت، خوانساری اور صدر شریک تھے میں نے کہا کہ سب سے پہلے ان مقدس مآب لوگوں کے بارے میں فیصلہ کیا جائے کیونکہ ان کی موجودگی کی مثال ایسی ہے جیسے دشمن نے آپ پر حملہ کیا ہو اور کسی نے مضبوطی کے ساتھ آپ کے ہاتھوں کو پکڑا ہو۔"(22)

آیت اللہ بروجردی نے آیت اللہ حائری کی طرف سے مرتب کردہ پروگراموں سے باقی ماندہ کمزوریوں کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کی، انہوں نے حوزہ علمیہ کے درسی اور شہریہ (اسکالرشپ) کے نظام کو انتہائی دقت کے سے تکمیل کو پہنچایا، اس کے علاوہ پورے ایران میں بڑے بڑے علما کی تربیت کا بھرپور انتظام فرمایا نیز بڑے بڑے علما کو اپنے نمائندوں کے طور پر پورے ایران میں بھیجا اور ان سب کا حوزہ علمیہ قم سے روابطہ کو برقرار رکھا۔(23) بعض بزرگ مراجع جیسے امام خمینی، سید محمد رضا گلپایگانی، میرزا ہاشم آملی، سید شہاب الدین مرعشی نجفی وغیرہ کو قم ہی میں رکھا تاکہ ان کے بعد حوزہ علمیہ قم کی مدیریت کو سنبھال سکیں۔

اسی دوران آیت اللہ بروجردی کے بے پناہ اصرار(24) اور بعض دیگر علما جیسے استاد شہید مرتضیٰ مطہری(25) کی خواہش پر امام خمینی نے فقہ اور اصول کا درس خارج شروع کیا اور آپ نے اس کام پر اپنا بڑا وقت

صرف کیا یہی وجہ ہے کہ کچھ ہی عرصہ بعد آپ آیت اللہ بروجردی کے بعد حوزہ علمیہ قم کے سب سے بڑے استاد کے طور پر جانے لگے۔(26) یہی وہ وقت تھا کہ جب امام جعفر صادقؑ کی یہ روایت سچ ثابت ہوئی:"بہت ہی جلد کوفہ مؤمنین سے خالی ہوگا اور وہاں سے علم ایسا بکھر جائے گا جیسے سانپ کے بل میں اس کی کھال بکھر جاتی ہے اور پھر قم نامی ایک شہر میں وہ (علم) سر اٹھائے گا اور قم علم اور فضیلت کا شہر بن جائے گا (یعنی قم سے دین کا علم پوری دنیا میں پھیل جائے گا) یہاں تک کہ دنیا میں دینی اعتبار سے کوئی مستضعف اور کمزور باقی نہیں بچے گا۔"(27) آیت اللہ العظمٰی بروجردی کے ارتحال پر محمد رضا شاہ (شاہ ایران) نے اس نیت سے کہ اب حوزہ علمیہ قم کی بساط لپیٹ دینا چاہیے انہوں نے عراق میں مقیم آیت اللہ حکیم کے نام اپنا تسلیتی پیغام بھیجا (28) وہ چاہتا تھا کہ ایران کے لوگ نجف کے بزرگ علما کی تقلید کریں تا کہ اس طرح آہستہ آہستہ حوزہ علمیہ قم کو کمزور کیا جاسکے اور یوں وہ حوزہ علمیہ قم اور دین اسلام کے خلاف تیار کردہ پروگرام کو عملی جامہ پہنا سکے۔

روح اللہ خمینی حوزہ علمیہ قم کے ہی تربیت یافتہ تھے وہ علما کرام کی بھرپور حمایت اور تعاون سے شاہ ایران کی ان غلط پالیسیوں کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن گئے اور اسلامی انقلاب جس کی سنگ بنیاد آیت اللہ حائری نے رکھا تھا اور آیت اللہ بروجردی نے پورے ملک میں جس کی جڑوں کو پھیلایا تھا اس پر عمل در آمد کرانے کا اصولی فیصلہ کرلیا اور سنہ ۱۹۶۴ء کو ملک میں اسلامی انقلاب لانے کا اعلان کیا جس پر حوزہ علمیہ قم کے بڑے بڑے مجتہدین اور اعلیٰ شخصیات نے بھی آپ کی آواز سے آواز ملائی یوں ۱۱ فروری ۱۹۷۹ء کو ایران پر مسلط ۲۵۰۰ سالہ شہنشاہی نظام کے تختہ کو الٹنے اور اس کی جگہ ایک اسلامی جمہوری حکومت تشکیل دینے میں کامیاب ہوئے۔

حوزہ علمیہ قم کی شہرت کی ایک بڑی وجہ اس کی انقلابی جدوجہد ہے۔ تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک حوزہ علمیہ سے ایک سیاسی انقلاب نے جنم لیا وہ بھی ایک ایسا انقلاب کہ جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی ہے ۔صرف یہی نہیں بلکہ حوزہ علمیہ قم شروع ہی سے قم کی سیاست میں اپنا بھرپور کردار ادا کرتا رہا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ تھی یہ پورا شہر شیعہ تھا جس کے نتیجے میں یہاں کے والی اور قاضی اکثریتی آبادی سے مقرر کئے جاتے تھے مثال کے طور پر ہارون الرشید نے اپنے دور حکومت میں حمزہ بن یسع بن عبد اللہ قمی کو والی قم مقرر کیا جو امام علی رضاؑ کے راویوں میں سے تھے اور نہیں یہ بھی اجازت دی کہ وہ قم کو اصفہان سے الگ کردیں اور وہاں نماز جمعہ قائم کریں۔(29) اسی طرح یہاں کا قاضی بھی شہر کے عوام کے مذہب کا پیروکار ہوتا تھا یہاں تک کہ

مکتفی نے قاضیوں کی تقرری کے لئے ضابطہ متعین کیا جس کے تحت قضات کو شہروں سے بھیجے جاتے تھے اس کے باوجود یہاں کے قاضی شہر کے شیعہ علماء میں سے متعین کئے جاتے تھے۔ چنانچہ عبدالجلیل قزوینی فرماتے ہیں کہ "قم میں تمام فتاوے اور پوری حکومت کے معاملات حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کے مذہب کے مطابق تھے اور شہر کا قاضی بھی علوی یا شیعہ تھا۔(30)اس کے بعد بھی ہر دور میں قم کے علماء اپنا بھرپور کردار ادا کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ عصر حاضر میں حوزہ علمیہ قم کے علماء نے امام خمینی کی قیادت میں مملکت میں اسلامی انقلاب لاکر ایک ایسا کارنامہ انجام دیا کہ جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ ایران کے اسلامی انقلاب میں حوزات علمیہ بالخصوص حوزہ علمیہ قم کے کردار کے پیش نظر رہبر انقلاب اسلامی ایران آیت اللہ سید علی خامنہ ای حوزہ علمیہ قم کو "اسلامی نظام کی ماں اور نظام کو وجود میں لانے کا باعث قرار دیتے ہیں اور اس نکتہ پر تاکید فرماتے ہیں کہ:" یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک ماں اپنے بچے کے بارے میں غافل اور بے توجہ اور ضرورت کے وقت اس کا دفاع نہ کرے"(31)

اس تحقیق کا حاصل بحث یہ ہے کہ حوزہ علمیہ قم کا شمار عالم اسلام کے قدیم دینی تعلیمی مراکز میں ہوتا ہے۔ جس نے اپنی طویل زندگی میں زمانے کے بڑے نشیب و فراز دیکھے ہیں اور تمام تر مشکلات کے باوجود ترقی کی منزلیں طے کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچا ہے کہ اس وقت حوزہ علمیہ قم کا شمار دنیا کے بڑے اور عظیم تعلیمی مراکز میں ہوتا ہے جہاں دنیا بھر کے تقریباً ۱۰۰ ممالک سے تعلق رکھنے والے ۸۰ ہزار سے زائد طلبا و طالبات علم کے نور سے اپنے اذہان کو منور کر رہے ہیں نیز قرآن و حدیث، فقہ و فلسفہ، علم کلام اور دیگر اسلامی علوم میں جو تحقیقاتی کام حوزہ علمیہ قم میں ہو رہا ہے۔ اسلامی علوم میں اتنا وسیع کام دنیا بھر میں کہیں اور نہیں ہو رہا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ حوزہ علمیہ قم نے معاشرتی اور سیاسی میدان میں بھی نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ جس کی سب سے عظیم مثال اس حوزہ سے وابستہ علماء کا آیت اللہ سید روح اللہ خمینی کی قیادت تاریخ اسلام کا سب سے بڑا انقلاب لانا اور پھر ایک اسلامی فلاحی ریاست کو کامیابی کے ساتھ چلانا شامل ہے۔

خلاصہ یہ کہ حوزہ علمیہ قم نے پوری دنیا کے سامنے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلامی تعلیمات میں اتنی وسعت پائی جاتی ہے کہ اس میں جدید سے جدید مسائل کا حل موجود ہے نیز یہ بھی ثابت کر دیا کہ دینی مدارس اور حوزات علمیہ سے وابستہ علماء زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی معاشرے کی بہترین راہنمائی کی صلاحیت رکھتے ہیں جس کی زندہ مثال حوزہ علمیہ قم کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔

حوالہ جات

۱۔ www.ostan-qom.ir/index.aspx

۲۔ قم/www.amar.org.ir

۳۔ رازی، محمد شریف، گنجینہ دانشمندان، کتابفروشی اسلامیہ، ۱۳۵۲، تہران

۴۔ محسنی، رضا، بنت باب الحوائج وشہر مقدس قم، دار العلوم جعفریہ، بہاولپور، ص ۲۲

۵۔ قمی، علامہ عباس، سفینۃ البحار، مترجم محمد باقر ساعدی، کتابفروشی جعفری، مشہد، ج۸ ص ۲۵۷

۶۔ معلوف، لویس، المنجد عربی، ترجمہ مولانا ابو الفضل عبد الحفیظ بلیاوی، لاہور، ص ۱۸۲

۷۔ حری، محمد رمضان، مشرب ناب، شمارہ ۲، نومبر ۲۰۰۸ء

۸۔ عاملی، شیخ حر، وسائل الشیعہ، ج ۲۰، ص ۲۱ و ۲۲؛ گنجینہ آثار قم، ج ۱، ص ۱۷ و ۲۷

۹۔ کباری، سید علی رضا، حوزہ علمیہ در گسترہ جہان، انتشارات امیر کبیر، تہران، ص ۱۷۳

۱۰۔ ابن طاؤس، فرحۃ الغری فی تعیین قبر امیر المؤمنین، میراث مکتوب، تہران، ص ۱۳۱

۱۱۔ ابن عنبہ، عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، مکتبہ آیت اللہ المرعشی، قم، ص ۹۲

۱۲۔ خواندمیر، دستور الوزراء، انتشارات اقبال، تہران، ص ۳۷۷۔۳۸۰

۱۳۔ مدرسی طباطبائی، قم در قرن نہم ہجری، بنیاد دائرہ المعارف اسلامی، قم، ص ۳۷۔۳۸

۱۴۔ مدیر شانہ چی، محسن، انقلاب اسلامی ایران در دائرہ المعارفھای جھان، ص ۲۴۰

۱۵۔ طائی حسنلوئی، سلیمان، جریانھای حوزہ علمیہ قم در دھہ ۴۰ و ۵۰، پژوھش ھای اسلامی آستان قدس رضوی مشہد، ص ۱۷۔۲۷

۱۶۔ القرآن، 12/93

17۔ منظور الاجداد، سید محمد حسین، مرجعیت در عرصہ اجتماع وسیاست، انتشارات شیرازہ، تہران، ص ۳۱۹

18 رازی، محمد شریف، آثار الحجۃ یا تاریخ دائرہ المعارف حوزہ علمیہ قم، ج ۱، ص ۵۳

19 طائی حسنلوئی، جریانھای حوزہ علمیہ قم در دھہ ۴۰ و ۵۰، ص ۵۷

20 رازی، آثار الحجۃ یا تاریخ دائرہ المعارف حوزہ علمیہ قم، ج ۱، ص ۷۰

21 ایضاً، ص ۳۰۰

22 خمینی، سید روح اللہ، ولایت فقیہ، موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینی، تہران، ص ۳۲

23 مطہری، مرتضیٰ، مجموعہ آثار، انتشارات صدرا، رہران، ص ۱۵۷ و ۱۵۸

24 مصاحبہ نگاران با آیت اللہ محمد جواد علوی بروجردی نوہ آیت اللہ بروجردی ص ۱۵۷

25 خمینی، سید روح اللہ، صحیفہ امام، موسسہ نشر آثار امام خمینی، تہران، ج۱۹، ص۳۲۷
26 سیرہ مبارزاتی امام خمینی در آئینہ اسناد بہ روایت ساواک، ج۱، ص۴۵و۴۹
27 مجلسی، علامہ محمد باقر، بحار الانوار، احیاء الکتب الاسلامیہ، تہران، ج۵۷، ص۲۱۳
28 کیہان (روزنامہ)، ۱۷فروردین ۱۳۴۰، ص۱
29 قمی، حسن بن محمد بن حسن، تاریخ قم، آستان مقدسہ قم، ص۱۰۲
30 قزوینی، عبد الجلیل، النقض، انتشارات انجمن آثار ملی، تہران، ص459
31 www.leader.ir/ur/content/7410